۱۷۰واں باب

آخری چار برس کی تنزیلات

۱ سُورَةُ الْفَتْح	۲ سُورَةُ الْمُمْتَحِنَة
۳ سُورَةُ الْمَآئِدَة	۴ سُورَةُ الْجُمُعَة آیات ۱ تا ۸
۵ سُورَةُ التَّحْرِیْم	۶ سُورَةُ الْبَقَرَة آیات ۲۷۴ تا ۲۸۳
۷ سُورَةُ التَّوْبَة	۸ سُورَةُ اٰلِ عِمْرٰن آیات ۳۳ تا ۶۳
۹ سُورَةُ الْحُجُرٰت	۱۰ سُورَةُ النَّصْر

باب ۱۷۰

آخری چار برس کی تنزیلات

اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے قرآن مجید کے اجزا کا حیاتِ طیّبہؐ کے گزرتے ہوئے ماہ و سال کے دوران بیان اپنی تکمیل کی جانب بڑھ رہا ہے، پچھلی جلد میں سُوْرَةُ النُّوْر کے زیرِ بحث آ جانے کے بعد نزولی ترتیب پر صرف سات (۷) سورتوں پر گفتگو باقی ہے جو آپؐ کی حیات کے اواخر یعنی ۶ ہجری تا اوائل ۱۱ ہجری [عملاً آخری چار برسوں یعنی ۷ ہجری تا ۱۰ ہجری] میں نازل ہوئی ہیں، نزولی ترتیب پر ان باقی رہ جانے والے قرآن مجید کے اجزا کے عنوانات یہ ہیں: سُوْرَةُ الْفَتْح، سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة، سُوْرَةُ الْمَآئِدَة، سُوْرَةُ الْجُمُعَة، سُوْرَةُ التَّحْرِيْم، سُوْرَةُ الْبَقَرَة، سُوْرَةُ التَّوْبَة، سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن، سُوْرَةُ الْحُجُرٰت اور سُوْرَةُ النَّصْر۔ بظاہر یہ دس (۱۰) سورتوں کے نام ہیں لیکن تین سورتوں سُوْرَةُ الْجُمُعَة، سُوْرَةُ الْبَقَرَة اور سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن کا بیشتر حصہ مدنی زندگی کے ابتدائی برسوں میں نازل ہو چکا ہے؛ سورہ جمعہ کی یہود سے متعلق، بقرہ کی سود سے متعلق اور آلِ عمران کی وفدِ نجران سے متعلق آیات اس لیے باقی تھیں کہ یہ بہت بعد میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی کے آخری برسوں میں نازل ہوئیں، اِن تینوں کو اگر شمار نہ کریں تو بس نئی سورتیں صرف سات ہی ہیں۔

مدنی زندگی کے بیان میں آٹھویں، نویں اور گیارہویں جلدوں میں، اُن جلدوں کے زیرِ بحث دورانیوں میں نزولِ قرآن کو اُن کے مقدمے "عرضِ مؤلف" ہی میں مختصراً زیرِ بحث لایا گیا، جب کہ دسویں جلد میں اُس پر ایک الگ باب بنا کر نسبتاً تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ خیال تھا کہ اس مرتبہ مدنی زندگی کی تمام تنزیلات کو ایک لڑی میں پرو کر بیان کیا جائے اور اُس لڑی کی نزولی ساخت پر گفتگو ہو سکے لیکن خواہش اور کوشش کے باوجود کام کی زیادتی اور طوالت کے باعث یہ کام نہ ہو سکا۔ سرِ دست اس جلد کے دورانیے (آخری ۵۳ ماہ) کی تنزیلات پر کچھ گفتگو کی جارہی ہے اور باب کے آخر میں مدنی زندگی کی تمام تنزیلات کو ترتیب سے ایک جدول میں دکھایا گیا ہے اور مذکورہ آخری نازل ہونے والی سات (۷) سورتوں کا تعارف اُن کی اپنی نزولی ترتیب پر ذیل کی سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

سُوْرَۃُ الْفَتْح

سنہ ٦ ہجری کے ذی قعدہ کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے خواب میں اپنے آپؐ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اشارہ الٰہی جانا اور اپنے جاں نثاروں کے ساتھ عمرے کے لیے مکہ کی جانب احرام باندھ کے اور قربانی کے جانور لے کے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ ایک انتہائی جرأت مندانہ قدم تھا کہ اپنے دشمنوں کے شہر کی جانب چلے، ایسے جانی دشمن جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے اور جنھوں نے گزشتہ چار برسوں میں تین مرتبہ مدینہ پر حملے کیے تھے۔ مشرکین مکہ نے اپنی عزت بچانے کے لیے آپؐ سے چاہا کہ اِس برس عمرہ ادا نہ کریں اگلے برس ہم آپؐ کے لیے شہر خالی کر دیں گے اور اِس کے عوض دس برس کے لیے جنگ بندی کے ساتھ اپنے تجارتی قافلوں کو ریاستِ مدینہ کے نواح سے پر امن گزرنے کا اجارہ (ویزا، پروانہ راہداری) بھی مانگا، رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑی نتیجہ خیز پوشیدہ حکمت کے پیشِ نظر یہ تمام مطالبات منظور کر لیے۔ یہ در حقیقت قریش کی جانب سے مدینے کی اسلامی ریاست کو تسلیم کرنے کا اعلان تھا، کل تک اُنھوں نے مدینہ کو جزیرہ نمائے عرب میں "بد دین بھگوڑوں کی پناہ گاہ" کے طور پر مشہور کیا ہوا تھا، اس معاہدے کے نتیجے میں وہ اب ایک مسلمہ دِین رکھنے والی قریش کی ہم پلہ ریاست بن گئی۔ یہ ایک بڑی فتح تھی۔ صلح حدیبیہ سے واپسی کے سفر میں جبرئیل امین قرآنی اجزا (سُوْرَۃُ الْفَتْح) لے کر آتے ہیں جس کا آغاز اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ﴿۱﴾ (ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی) کے اعلان سے ہوتا ہے۔ بعد میں خیبر کی فتح پھر فتحِ مکہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں یہ راسخ کر دیا کہ اصل فتح حدیبیہ ہی تھی جو اِن فتوحات کا پیش خیمہ بنی تھی۔

سورہ مبارکہ میں من جملہ بے شمار اہم باتوں کے ایک اہم بات یہ کہی گئی کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس فتح کا سہرا صرف مومن مردوں ہی کے سر ہے، اِس کاوش اور کامیابی میں وہ عظیم خواتین بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے شوہروں، بیٹوں، بھائیوں اور باپوں کو اس موت کے منہ کی جانب اِس خطرناک سفر پر جانے کے لیے خوشی سے روانہ کیا۔

قیام حدیبیہ کے دوران جب مذاکرات جاری تھے اور مسلمانوں کی جانب سے بھیجے گئے سفیر جناب عثمان بن عفّانؓ کے شہید کیے جانے کی جھوٹی افواہ پھیلی تو رسول اللہ ﷺ بھی پردہ غیب میں مستور اصل حقیت سے ناآشنا ہونے کے باعث اِس خبر سے آزردہ ہو گئے تو اپنے جاں نثاروں سے موت پر بیعت لی، کہ خونِ عثمان کا انتقام لیے بغیر زندہ واپس نہ جائیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے غیر مسلح اور حالتِ احرام میں اللہ کے

لیے کٹ مر جانے کے اِس عہد کو بیعت رضوان کہا گیا، اس لیے کہ اس سورہ مبارکہ میں اللہ نے اِن بیعت کرنے والوں کو اپنی رضا سے نوازنے کا اعلان کر دیا۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں کی ایسی خوب صورت تعریف کی کہ آج بھی جب مؤمنین اِن آیات کو سمجھ کر اور حدیبیہ کے سفر کو یاد کرتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں تو اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد میں اُن کی آنکھیں پُر نم ہو جاتی ہیں ، یہ آیات وہ ہیں جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور شرکائے بیعتِ رضوان سے محبت کو شرطِ ایمان قرار دے دیا ہے۔ رات کی تنہائیوں میں اپنے یارِ غار کے ساتھ چھپتے چھپاتے نکل کر آنے والے ﷺ کے ساتھی اللہ کی نظر میں کیا ہی شان دار تھے " مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَ مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ۛ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ "[1] ۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، اور جو ان کے رفیق ہیں وہ منکرین کے ساتھ سختی والے اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب اُنہیں دیکھو گے تو، رکوع و سجود ،اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں مشغول پاؤ گے ۔ اور کثرتِ سجود کا نور اُن کے چہروں پر نمایاں ہے ۔ اِن کی یہی صفت توراۃ میں مرقوم ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی ، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کسانوں کے [مومنوں کے] دلوں کو موہتی ہوئی تاکہ کافروں کے دل جل اُٹھیں۔ ان صالح ایمان والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے ؏۔

اس سورہ مبارکہ کا اعجاز یہ بھی ہے اِن غلبہ دین کے نشے سے سرشار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے تذکرے سے قبل اُس شان دار مِشن کا تذکرہ کیا گیا کہ جس مشن کے لیے جان دینے والے بننے کی بنا پر وہ شان والے ٹھہرے تھے وہ مشن یہ بیان کیا گیا کہ " ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿ؕ۲۸﴾ " اور اُس کے بعد ہی کہا گیا " مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ ...."

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت پر کٹ مرنے کا دم بھرنے والے مردانِ مومن کہاں ہیں جو اِس مشن کا جھنڈا اُٹھائیں؟؟

سُوۡرَۃُ الۡمُمۡتَحِنَۃ

ذوالقعدہ ٦ ہجری میں حدیبیہ سے واپسی کے سفر کے دوران سُوۡرَۃُ الۡفَتۡح نازل ہوئی اور مدینہ پہنچ کر کچھ ہی دنوں میں جب کچھ مومن خواتین ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو اِس سوال کے جواب میں کہ معاہدے کے تحت اِن کو واپس مکہ بھیجا جائے یا نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین مختصر آیات نازل فرمائیں۔ اِن تین آیات کے نزول کے کم و بیش پونے دو برس بعد رمضان ٨ ہجری میں فتح مکہ سے قبل جب ایک بدری صحابی رضی اللہ عنہ نے بتقاضائے بشری ایک غلطی کی تو اُس پر تنبیہ اور نصیحت و ہدایات لیے دَس (١٠) آیات پر مشتمل قرآن مجید کا ایک جز نازل ہوا۔ اللہ کے حکم سے یہ دَس اور دو برس قبل آنے والی تین آیات نے مل کر سُوۡرَۃُ الۡمُمۡتَحِنَۃ تشکیل پائی۔ ٦ ہجری میں نازل ہونے والی تین آیات نے اس سورہ مبارکہ میں دسویں، گیارہویں اور بارہویں مقامات پر جگہ پائی۔ باقی بعد میں نازل ہونے والی دس آیات نے آیات ١تا٩ اور ١٣ ویں آیات کی جگہ پائی۔ سورت کے مضامین کو سمجھنے کے لیے اگلی سطور میں ہم مہاجر خواتین کا اور ایک بدری صحابیؓ کی جانب سے کفار کو بھیجی گئی فوجی معلومات کے خط کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

حدیبیہ میں قریش کے ساتھ منعقدہ معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ قریش کا جو آدمی مدینے ہجرت کر کے آئے گا، مسلمان اُسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ معاہدے میں آدمی کے لیے رجل (مرد) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق کسی خاتون پر نہیں ہوتا لہٰذا ہجرت کر کے آنے والی کسی خاتون کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن نے تصدیق کی اور فرمایا کہ (مکہ سے) جو خواتین تمھارے پاس آئیں اُن کا امتحان لے کر (گویا ممتحن بن کے) معلوم کرو کہ کیا وہ حقیقتاً مسلم ہیں، اگر انھیں ایسا پاؤ تو ہرگز واپس نہ کرو۔ فَلَا تَرۡجِعُوۡهُنَّ اِلَى الۡكُفَّارِ۔ (انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو)

مکہ سے مدینہ تک پیدل ہجرت کر کے آنے والی آنے والی خواتین میں ام کلثومؓ بھی شامل تھیں جو عقبہ بن معیط، جیسے مشہور دشمنِ اسلام کی بیٹی تھیں۔ 'عقبہ' نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا پڑوسی تھا، جس نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی اور حالتِ سجدہ میں آپؐ کے اوپر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی۔ عقبہ میدانِ بدر میں جنگی قیدی بنا تھا اور اس کو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے بدر سے مدینہ واپسی کے درمیان قتل کروا دیا تھا۔

ام کلثوم درحقیقت مکّی دورِ نبوت ہی میں ایمان لے آئی تھیں، لیکن باپ کے قہر و غضب کی بنا پر اُس کا اظہار

نہ کر پائیں تھیں۔ام کلثومؓ کو واپس لینے کے لیے اُس کے دو بھائی مدینہ آئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ حدیبیہ کے معاہدے میں خواتین کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے، چناں چہ اُمِّ کلثومؓ کو واپس بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مدینہ میں خوش آمدید کہی گئیں اور تین بدری صحابیوں زید بن حارثہؓ، زبیر بن العوامؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کی یکے بعد دیگرے بیوی بنیں۔ایک بڑے دشمنِ دین کی بیٹی جس نے نوجوانی میں اسلام قبول کر کے اللہ کے دین کی خاطر کافرانہ معاشرے سے نکلنے کے لیے مدینے کی اسلامی ریاست کی جانب ساڑھے چار سو کلو میٹر کا سفرِ ہجرت پیدل طے کیا تھا، رسول اللہ ﷺ کے چار نامی گرامی رفیقوں[۱] کی یکے بعد دیگرے رفاقت میں رہ کر رفیقِ اعلیٰ سے ملنے چلی گئیں اور اُس کا جسدِ خاکی مدینے کی خاک میں جذب ہو گیا۔اس واقعے کی تفصیل باب ۱۷۴ میں دیکھیے۔

رمضان ۸ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو بدعہدی کی سزا دینے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ مکہ پر حملہ کر کے حرم کو مشرکین کے قبضے سے واگذار کرا لیا جائے۔اِس موقع پر بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے یہ کوتاہی ہوگئی کہ انھوں نے آپؐ کی روانگی کے ارادے کے بارے میں قریش کے سرداروں کو ایک خاتون کے ہاتھ خط کے ذریعے اطلاع بھیجی تاکہ دورانِ جنگ وہاں مکہ میں مقیم اُن کے بیوی بچوں کو اِس احسان کی وجہ سے قریش کی جانب سے کچھ رعایت مل جائے۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطلاع ملنے پر رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی جانب گامزن عورت سے خط برآمد کروالیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے معافی چاہی اور بتایا کہ اُن سے اہلِ خانہ سے محبت کی وجہ سے یہ غلط کام سرزد ہوگیا ورنہ اُن کی اسلام اور رسول اللہؐ سے محبت میں کوئی فرق نہیں اور اُنھیں یقین تھا کہ لشکر تو کجا اگر اللہ کے رسولؐ تنہا بھی مکہ پر حملہ کر دیں تو فتح یاب آئیں گے، اس لیے جنگ کے نتیجے پر اس خط سے کوئی اثر نہیں پڑنا تھا۔ باوجودیکہ خط بھیجنے کے لیے اُن کا استدلال تسلیم نہیں کیا گیا لیکن اُن کو اُن کے اخلاص اور اُن کے بدری

---

۱ مدینہ میں اُمِّ کلثومؓ بنت عقبہ سے زید بن حارثہؓ نے نکاح فرمالیا پھر جب وہ موتہ میں شہید ہوگئے تو ان سے زبیر بن العوامؓ نے نکاح کر لیا، اُن سے نباہ نہ ہوا اور طلاق پر نکاح ختم ہوگیا تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے اُن سے نکاح فرمالیا، یہ تینوں بدری صحابہ ہیں، عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ابراہیم و حمید دو فرزند پیدا ہوئے پھر جب عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات ہوگئی تو فاتح مصر عمرو بن العاصؓ نے ان سے نکاح کیا جس کے چند ہی مہینے بعد زندہ رہ کر وفات پاگئیں یہ عثمان غنیؓ کی ماں کی طرف سے بہن ہیں۔

صحابی ہونے کی بنا پر معاف کر دیا گیا۔ سُوۡرَۃُ الۡمُمۡتَحِنَۃ کی آیات ۱تا۹ اور ۱۳ ویں اس ہی واقعے سے متعلق ہیں اور مسلمانوں کو تنبیہ کرتی ہیں کہ کفار کو ہر گز اپنا دوست اور راز داں نہ بنایا جائے۔ اس واقعے کی تفصیل باب ۱۸۴ میں دیکھیے۔

سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَۃ

کفار مکہ کے ساتھ حدیبیہ میں دس سالہ جنگ بندی کے معاہدے نے مسلمانوں کو مکہ کی جانب سے ہمہ وقت حملے کے خطرے سے نجات دلا دی اور اُنھیں موقع مل گیا کہ اب اسلامی معاشرے کی صورت گری اور صحابہ کی ٹیم کی تربیت کے ساتھ ساتھ پہلے سے زیادہ توجہ کے ساتھ قریش کے علاوہ دیگر دشمنوں خصوصاً منافقین اور یہود سے آہنی ہاتھوں سے نبٹا جائے اور اسلام کی دعوت کو لے کر سارے حجاز میں پھیلایا جائے۔ پہلا کام یہ کیا گیا کہ تمام منافقین کو جو عمرے پر ڈر کے باعث نہیں گئے تھے اب نوٹس دے دیا گیا کہ تمھیں اپنے ساتھ خیبر نہیں لے جایا جائے گا، جہاں سے کثیر مالِ غنیمت کی توقع تھی اور بتا دیا گیا کہ ایک اور قریبی جنگ میں جہاں جانے کے نام سے کلیجے منہ کو آئیں گے وہاں تم سے چلنے کو کہا جائے گا اور تمھارے ایمان کا امتحان لیا جائے گا۔ یہ وہ حالات تھے جن میں خیبر کی جانب حملے کے لیے جانے سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر سورہ، سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَۃ کے بیشتر حصے کو نازل فرمایا، مصنف کا خیال ہے کہ سورہ المائدہ کی آیات ۴۱ تا ۸۶ اخراج بنو نضیر [۴ ہجری] سے قبل نازل ہوئی ہوں گی۔ واللہ اعلم

سورہ مبارکہ کا بنیادی موضوع اہلِ ایمان کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ سمع و طاعت کے عہد و پیمان [میثاق، شریعۃ] کی لازمی پابندی کی طرف توجہ دلانا ہے۔ بات کا آغاز اسی بات سے ہوتا ہے اور پھر دہرایا جاتا ہے اور یاد دلایا جاتا ہے کہ تمھیں اس کار زارِ حیات میں اللہ واسطے کا علمبردارِ انصاف بن کر کھڑا ہونا ہے۔ اس ضمن میں یہود و نصاریٰ کی بے اعتدالیوں، اللہ سے کیے گئے عہد کی ناپاس داری (نقضِ عہد) کا بھی تذکرہ ہے اور اُنھیں رجوع الی اللہ کی دعوت بھی ہے۔

آیہ تکمیلِ دین ۲ اس سورہ مبارکہ کی بالکل ابتدائی آیہ نمبر ۳ ہے جو باقی سورت کے خطبات سے بہت بعد

---

۲ اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡہُمۡ وَ اخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ..... ۳ آج کافروں کو تمھارے دین کی طرف سے

ہجرت کے دسویں برس حجۃ الوداع کے موقع پر یومِ عرفہ کے دن نازل ہوئی جس کے تین ماہ بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ بعض روایات کے مطابق یہ نازل ہونے والی قرآن مجید کی آخری آیت ہے، اپنے معانی و مضمون کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کا بہت ہی موزوں اختتام نزول محسوس ہوتا ہے تاہم چند روایات سورہ بقرہ کی آیہ ۲۸۱ [وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾] کو آخری وحی بیان کرتی ہیں، واللہ اعلم۔

اس سورہ کے چند اہم ترین نکات کی طرف ذیل کی سطور میں اشارہ کیا جارہا ہے، تاہم جانا جائے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اہم ہے اس کا خلاصہ ممکن ہی نہیں ہے۔

کہا گیا کہ دوست ہوں یا دشمن تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ﴿۲﴾ یعنی نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون سے پرہیز لازمی ہے۔ دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کے کام میں تعاون ممکن ہے اور دوستوں کے ساتھ گناہ کے کاموں میں عدم تعاون لازم ہے۔ منافقین، قریش اور یہود کے ساتھ اُن کے سابقہ ناروا مظالم کی بنیاد پر بے جا ظلم و زیادتی نہیں ہوسکتی اگرچہ اللہ کی زمین پر اُن کو اب اقتدار کا حق نہیں اور اُن کو سرنگوں ہو کر رہنا لازم ہے۔ کہا گیا کہ کسی قوم کی عداوت تمھیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہی روّیہ تقویٰ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے

اس سورہ میں غذائی اشیاء کے حلال و حرام کو بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ سب سے زیادہ حرام چیز غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز ہے حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ.... ۳ سُوْرَةُ الْمَآىِٕدَة یعنی تم پر حرام کیے گئے مُردار، خُون، سُور کا گوشت، اور وہ جانور جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔

غیر اللہ کے ذبیحے سے مراد ایسے جانور کا گوشت ہے جس کے لیے یہ نیت کی گئی ہو کہ یہ فلاں گزرے ہوئے بزرگ یا فلاں صاحبِ مزار کی نذر ہے یعنی اُن کی خوش نودی کی خاطر ہے۔ اسی طرح آستانوں اور درباروں میں نذر و نیاز چڑھانے کے لیے مخصوص جگھوں (نُصُب) پر اللہ کا نام لے کر جو جانور ہمارے کلمہ گو بھائی اللہ کا

مایوسی ہوچکی ہے لہٰذا تم اُن سے نہ ڈرو بلکہ، مجھ ہی سے ڈرو، آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا ہے۔

نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو اُن کا گوشت بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ہدایت کی گئی کہ اسلام سے متعلق، طریقِ عبادت، وضع قطع، لباس، رہن سہن اور اصطلاحات کو مذاق کا نشانہ بنانا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے مثلاً داڑھی کا مذاق یا کسی کو احمق کہنے کے لیے اُسے ملّا یا خلیفہ کہنا۔

مسلمانوں کو اجازت دی گئی ہے کہ شریف (نہ کہ حیا باختہ) کتابیہ خواتین سے نکاح کر سکتے ہیں، یہ اجازت اُس وقت دی گئی جب اسلام غالب قوت بن چکا تھا جب اسلام ایک مغلوب قوت ہو جیسا کہ آج کل ہے اس اجازت سے فائدہ اُٹھانا مناسب نہیں۔

اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا اصل جرم شرک میں مبتلا ہونا تھا انھوں نے اپنے انبیاء اور صلحا کو خدائی کا درجہ دے دیا تھا، اُنھیں وہ آج کے مسلمانوں کی مانند جھولی بھر دینے والا، حاجتیں بر لانے والا اور دعاؤں کو سننے والا جاننے لگے تھے۔ نماز اور زکوۃ کو ویسے ادا نہیں کر رہے تھے جیسا کہ اُس کے قایم کرنے کا حق ہے۔ اِن لوگوں نے اللہ کی کتاب کے سبق کا ایک بڑا حصّہ فراموش کر دیا تھا جو اُنھیں نصیحت کیا گیا تھا۔

تکمیل دین کے اعلان کے موقع پر اس امانت کے علم برداروں کو جو نصیحتیں کی جا رہی ہیں، اُس میں شرک سے بچنے کے بعد سب سے اہم بات زمین کو خوں ریزی سے پاک رکھنا ہے۔ کہا گیا کہ صرف اللہ کا خوف ہی وہ چیز ہے کہ جو عہد الٰہی پر انسانوں کو قایم رکھ سکتا ہے۔ اور یہ کہ ابلیس کے بھکاوے سے ابھرنے والا ذہنی فساد نقضِ عہد کا باعث بنتا ہے۔ تکمیل دین کے اعلان کے اس موقع پر دین کی حفاظت کے لیے ہدایت دی گئی کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسُولؐ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سُولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ یہ ہے ان کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے

جو بھی لوگ، جہاں کہیں بھی اقتدار پاتے ہیں، امن و امان قائم کرنے کے ساتھ عمدہ اور بہتر انتظامی امور کا نفاذ اُن کی ذمہ داری ہوتی ہے، اگلی آیات میں امتِ مسلمہ کو یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے زیرِ انتظام و اقتدار علاقے میں ایسے لوگوں کو جو اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کریں اور سسٹم کے لیے خطرہ بن جائیں، در حقیقت وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، اُس نظامِ صالح کو ختم کرنے کے در پے ہیں، اُن کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ شدید سزائیں تجویز کرتا ہے۔ جو اگلے صفحات میں دیے گئے متن اور ترجمے و مفہوم میں دیکھی

جاسکتی ہیں۔ گورنمنٹ اپنے انتظامی ڈھانچے کے مطابق موقع محل اور حالات کے لحاظ سے مُجرم کو اس کے جُرم کی نوعیت کے مطابق بیان کی گئی سزاؤں میں سے کوئی سزا دے سکتی ہے۔

کہا گیا کہ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان وسیلہ صرف کتابُ اللہ اور شریعت ہی ہے، چناں چہ کتابُ اللہ کو لے کر اُٹھنا، خود اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی ذات کو کتاب و شریعت کے مطالبات کے دائرے میں لانا اور زمین پر اللہ کی کتاب کو غالب کرنے یعنی دینِ اسلام کو قایم کرنے کے لیے جہاد کرنا ہی اللہ سے قربت کا ذریعہ ہے۔

حرام اور حلال کے باب میں یہ کانٹے کی بات فرمائی کہ اللہ نے جو چیز جائز ٹھہرائی ہے اُس کو تم حرام نہیں بنا سکتے اور اللہ نے جن چیزوں سے روکا ہے اُنھیں تم جائز نہیں قرار دے سکتے ہو۔ انسانوں کا اپنی عقل و مرضی سے چیزوں کا حرام و حلال کرنا، اللہ کی حدود میں صریح مداخلت اور اُس کے ساتھ تمھارے معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ یہاں یہ بات قارئین کو جاننی چاہیے کہ حرام کو حلال کرنے میں اکثر نفسانی خواہشات کا دخل ہوتا ہے، جیسے شراب پینے میں؛ جب کہ حرام کو حلال ٹھہرانے میں مشرکانہ عقائد اور عقلِ خام کا زور رہا ہے جیسے غیر اللہ کی نذر و نیاز۔

شراب، جوئے، پانسے وغیرہ کے فتنے شیطان نے اس لیے ایجاد کیے ہیں کہ انسانوں کے درمیان دشمنی اور انتقام کی آگ بھڑکاتا رہے، یوں زمین میں فساد و خوں ریزی ہو اور انسان اللہ کی یاد سے غافل رہے۔ شراب اور جوئے کے نتیجے میں چھوٹے موٹے گروہی جھگڑوں سے تو دنیا واقف ہے مگر ایسی بڑی جنگوں پر بھی تاریخ کی گواہی موجود ہے، جو شراب یا جوئے کے نتیجے میں بھڑکیں۔

اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چلنے میں بسا اوقات ایک بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ انسان کے خاندان، قبیلے اور قوم کے لوگ ایک غلط اور بے ہودہ طریقے پر بڑی رغبت سے چل رہے ہوتے ہیں، اُس کے برخلاف کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ دین حق کے ماننے والے اہلِ عقل اس وبائے عام میں اکثریت کی پسند و ناپسند کے طوفانی دھاروں میں پانی کے بہاؤ کے خلاف تقوی کی راہ پر گام زن رہتے ہیں، چاہے بھوکوں مریں یا نوکریوں اور رشتوں کے دروازے اُن پر بند ہو جائیں۔

سورہ مبارکہ کی آیات ۴۱ تا ۸۶ اخراج بنو نضیر سے قبل نازل ہوئی محسوس ہوتی ہیں، اِس لیے اِن آیات کے صحیح ادراک واستحضار کے لیے واپس سنہ ۳، ۴ ہجری میں جانا ہو گا اُن آیات کے مطالعے سے قبل باب ۱۵۱ اور ۱۵۲ پر دوبارہ ایک سرسری سی نظر ڈال لی جائے تو یقیناً فائدہ مند ہو گا۔

سورہ مبارکہ میں بتایا گیا کہ فیصلے تو صرف وحی الٰہی (بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ) یعنی اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق ہی ہو سکتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر قرآن نفاذِ شریعت اور اقامتِ دین کے بیان کو اپنی انتہا پر لے جاتا ہے، کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنے مفادات کے تابع بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اور وحی کے مقابلے میں انسانی عقل کو استعمال کرتے ہوئے نظام زندگی کو چلاتے، فیصلے کرتے اور غیر اسلامی نظام زندگی پر راضی اور خوش ہوں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں: وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾..... ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾.... ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾

جاہلیت اسلام کی ضد ہے، فرمایا گیا کہ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ،اور حقیقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں اور جاہلیّت کا فیصلہ (یعنی کتابِ الٰہی کے خلاف محدود انسانی عقل کا سیکولر جانب دارانہ فیصلہ) چاہتے ہیں؟ اور درحقیقت اسلام جاہلیت کی ضد ہے چاہے جمہور کو وحی الٰہی کے مقابلے میں جاہلیت ہی پسند ہو اور ساری دنیا کے ممالک ، صاحبان اقتدار اور جغادری جاہلیت کے حق میں ووٹ دیں۔ کلام مجید میں لفظ "جاہلیۃ" چار مرتبہ "ظَنُّ الجاہلیۃ"، "حُکمُ الجاہلیۃ"، "تَبَرُّجُ الجاہلیۃ" اور "حَمِیۃُ الجاہلیۃ" جیسی مذموم اصطلاحات کی شکل میں وارد ہوا ہے۔ باب ۱۷۵-۳ میں نسبتاً وضاحت سے جاہلیت پر گفتگو کی گئی ہے۔

سُوۡرَۃُ الۡجُمُعَۃ

ہجرت کے پہلے برس جب دورانِ خطبۂ جمعہ لوگ تجارتی قافلے کی آمد کا شور سُننے پر مسجد سے نکل کر اُسے دیکھنے چلے گئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین آیات نازل کیں جو سُوۡرَۃُ الۡجُمُعَۃ کے دوسرے رکوع میں درج ہیں [دیکھیے جلد ہشتم باب #۱۱۷، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۳]۔ دو (۲) آیات پر مشتمل اِس مختصر سورت کا پہلا رکوع کم و بیش چھ برس بعد ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں اہلِ ایمان خیبر کی جانب یہود کو اُن کی پیہم شرارتوں اور سازشوں کی سزا دینے کے لیے بڑھ رہے تھے۔

آیات پر تھوڑے سے تدبر سے اِس نتیجے کو اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سات برس بعد نازل ہونے والی اِن آیات کو اُن تین مختصر آیات کے ساتھ کیوں ملایا گیا؟ اور آیات بھی وہ جو بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھیں۔ ایسا اس لیے کیا گیا کہ وہاں بھی مسلمانوں کو یہودیوں کی طرح جمعہ کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرنے کی ہدایت کی گئی تھی جو یہودیوں نے سبت کے ساتھ کیا تھا۔ مسلمانوں کو اُن کے انجام بد کے

اسباب جاننے اور اُن کے انجام سے عبرت پذیری کی دعوت ہے۔

اِس رکوع میں فرمایا گیا کہ :اِن یہود لوگوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھیں توراۃ کا حامل بنایا گیا تھا پھر انھوں نے اس بوجھ کو نہ اٹھایا، اِن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ اللہ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان سے کہیے کہ اے لوگو! جو 'یہودی' بن گئے ہو، اگر تمھیں یہ زعم ہے کہ دنیا کے سارے انسانوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے محبوب ہو تو موت کی تمنا کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو! لیکن یہ لوگ اپنے ہاتھوں انجام دی گئی بداعمالیوں کے سبب تا ابد اس کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ اِن ظالموں کو خوب پہچانتا ہے۔

پہلے یہود کی مانند اپنی ہفت روزہ اہم عبادت (خطبہ جمع سننے) سے غافل نہ ہونے کی ہدایت تھی اور اب ہدایت ہے کہ کتابِ الٰہی کو پسِ پشت نہ ڈالنا کہ تم یہود کی طرح وہ گدھے بن جاؤ جو اپنے اوپر لدی کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور یہ کہ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو اُس سے ملنے کی تمنا کرو، یعنی موت کو یاد رکھو اور اُس دن کے لیے کام کرو کہ جب اُس سے ملاقی ہونا ہے اور وہ تم سے خوش ہو کر ملے۔

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم

اِس سورہ کا نزول اواخرے ہجری میں قرینِ قیاس ہے۔ بظاہر ایک مختصر سی سورہ ہے مگر اسلامی معاشرے کے لیے قوانین اور زندگی گزارنے کا ایک طریق (road map) مہیا کرتی ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے بنیادی فلسفے کو واضح کرتے ہوئے اُس کو انسانوں کے ساختہ تمدنوں سے ممیز دکھاتی ہے

رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج کے حجروں میں روزانہ ایک چکر (visit) لگاتے تھے۔ ایسے ہی ایک چکر کے دوران کسی ایک زوجہ کے گھر میں شہد نوش فرمایا اُس شہد کی بو کو دوسری بیبیوں نے اچھا محسوس نہیں کیا اور آپؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نے یہ عہد کر لیا کہ آیندہ شہد استعمال نہیں کریں گے۔ آپؐ کے اس عہد سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پوری امت شہد کو اپنے اوپر حرام سمجھ لے گی، اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ	اے نبیؐ، تم اُس چیز کو کیوں حرام ٹھیراتے ہو جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہے؟ کیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①	کرنا چاہتے ہو؟ اللہ بخشنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اسی سلسلہ معاملات وَواقعات میں یہ بھی ہو رہا کہ آپ ﷺ نے کوئی راز کی بات جس کا قرآن مجید نے تذکرہ نہیں کیا کسی ایک بیوی سے کہی اور اُس نے وہ بات اپنے خاندان کے محدود دائرے میں بغیر کسی بدنیتی کے کسی ایک دوسری بیوی کو بھی بتادی اس افشائے راز کی اللہ نے آپؐ کو خبر دے دی اور آپ ﷺ نے یہ بات بیوی پر ظاہر کردی کہ اس افشائے راز کا اللہ کے رسولؐ کو علم ہو چکا ہے۔ بیوی نے پوچھا کہ یہ آپؐ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے علم رکھنے والے اور باخبر رہنے والے اللہ نے یہ اطلاع دی ہے۔، ذرا دیکھیں کہ ایک معمولی سی حلال چیز کے استعمال پر پابندی کے اعلان پر اللہ کے رسولؐ کی، اللہ کی جانب سے گرفت ہوئی اور بیویوں کے رازداری کی امانت کو نہ اُٹھا پانے پر رسولؐ کی بیویوں کا احتساب ہوا۔ یہ مثال اس لیے قایم کی گئی کہ تا قیامت مسلمانوں کے درمیان اُن کے مذہبی، سیاسی اور عسکری لیڈروں اور دیگر ہر طرح کے قائدین کو احتساب سے بالاتر نہ جانا جائے۔

افسوس یہ ہے کہ آج امت میں موجود اور گزرے ہوئے علماء و شیوخ کی بڑی بڑی نا قابل معافی غلطیوں کی جانب اشارے کی بھی اجازت نہیں ہے، توہین عدالت، دفاع اور سلامتی کے نام پر جج صاحبان، فوج اور بیوروکریسی کے ذمہ داروں کو صدور اور وزراء کو وہ امتیازی، حفاظتی قوانین حاصل ہیں کہ وہ آج بلا استثنیٰ تمام اسلامی ممالک میں شتر بے لگام کی مانند ہو چکے ہیں۔ اس سورہ مبارکہ میں مسلمانوں کی اجتماعی اور خانگی زندگی کے بارے میں درجِ ذیل اصول بیان کیے گئے ہیں۔

⇦ ایک یہ کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنے کے اختیارات قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اور عام انسان تو درکنار، خود اللہ تعالیٰ کے نبیؐ کو اِس کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

⇦ نبی ﷺ کی اجتماعی، خانگی اور انتہائی پرائیویٹ زندگی دنیا کے سارے انسانوں کو تا قیامت ایک اسوہ مہیا کرتی ہے جو اسلام کے مہیا کردہ طریقہ زندگی یا نظامِ حیات میں ایک قانون بن جاتا ہے۔

⇦ قرآن مجید میں اس واقعے کا تذکرہ ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں جو اعمال و افعال اور جو احکام و ہدایات بھی ہمیں ملتے ہیں، اور جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت یا اصلاح ریکارڈ پر موجود نہیں ہے، وہ سراسر حق ہیں، اللہ کی مرضی سے پُوری مطابقت رکھتے ہیں، اور ہم پُورے اعتماد

کے ساتھ ان سے ہدایت ورہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

⇦ نبی ﷺ کے شہد نہ کھانے کے عہد پر اور آپؐ کی زوجہ کی ایک کوتاہی پر اللہ تعالیٰ کا ٹوکنا اہلِ ایمان کو تاقیامت آنے والے حکمرانوں، لیڈروں اور قائدین کے اختیارات کی صحیح حدود سے آشنا کرنا چاہتا ہے کہ وہ کسی طور احتساب سے بالا نہیں ہیں۔

⇦ اللہ اپنے رسولؐ کی بیویوں سے کہہ رہا ہے کہ اگر وہ رسولؐ کے گھر میں اُس مقصد و مشن کے لیے صبر و قناعت سے سازگار ماحول مہیا نہ کر سکیں اور نبیؐ اُن سب کو طلاق دے دے تو اللہ اُن سے زیادہ اچھی رفیق سفر اپنے نبیؐ کو مہیا کر سکتا ہے، یہی بات احیائے دین کے لیے کام کرنے والے مردانِ کار کی بیویوں کو پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔ ایسی ہی ایک بات سالِ گزشتہ سورۃ المائدہ میں عامۃ المسلمین سے کہی گئی تھی کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے، اللہ کسی دوسرے گروہ کو اُٹھائے گا جو اللہ کو محبُوب ہوں گے۔ یہ بات تجدید واحیائے دین کا کام کرنے والوں کو بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ [۲۷۴تا۲۸۳]

ہجرت کے پہلے دو برسوں میں سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ کے ۴۰ رکوعات (۲۸۶ آیات) میں سے ۳۷ رکوعات (۲۷۳ آیات) غزوہ بدر سے قبل نازل ہوئے۔ جب کہ تین آیات پر مشتمل آخری رکوع کی آخری دو آیات وہ ہیں جو مکی دور میں معراج کے موقع پر آپؐ کو عطا ہوئیں۔ پچھلے دو رکوعات یعنی ۳۸ اور ۳۹ جو ممانعت سود کی آیات (۲۷۴تا۲۸۴) پر مشتمل ہیں سنہ ۹ ہجری میں نازل ہوئے۔ اِن میں سے بھی آیہ ۲۸۱ کے بارے میں یہ روایات ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے بالکل آخری ایّام میں نازل ہونے والی قرآن کی بالکل آخری آیہ ہے جس کے بعد مزید قرآن کی کوئی وحی نہیں آئی یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔

زیرِ نظر کتاب 'کاروانِ نبوت' میں یہ سورہ جلد ہشتم اور نہم کے اٹھارہ (۱۸) ابواب میں زیرِ گفتگو رہی ہے۔ ذیل میں دی گئی ابواب کی تفصیل میں اِن ابواب کے عنوانات سے سورہ مبارکہ کی آیات کے موضوعات کا ایک سرسری سا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابواب کے عنوان سے قبل بریکٹس [] میں آیات کے نمبر ہیں اور اُس کے بعد باب کا نمبر ہے۔

[۱تا۷] ۱۱۱: ایک مخلوط تمدنی معاشرے میں اہلِ ایمان کی شناخت، [۸تا۲۹] ۱۱۲: مدینے میں اسلام کے

مخالفین اور منافقین، [۳۰تا۳۹] ۱۱۵: قصہ آدمؑ وابلیس، [۴۰تا۱۰۳] ۱۱۹: قریش کے بعد اسلام کے مخاطبین؛یہودِ یثرب، [۱۰۴تا۱۲۳] ۱۲۰: اہلِ ایمان کو یہود سے معاملات میں رہ نمائی، [۱۲۴تا۱۴۱] ۱۲۱: یہود کو ابراہیمؑ کی دعوت سے تذکیر، [۱۴۲-۱۵۲] ۱۲۵: تحویل قبلہ کا اعلان، [۱۵۳-۱۶۳] ۱۲۶: ملت ابراہیم، [۱۶۴-۱۷۶] ۱۲۷: دعوتِ توحید، [۱۷۷-۱۸۹] ۱۲۸: امتِ مسلمہ کے لیے احکام و فرائض، [۱۹۰-۲۱۸] ۱۲۴: دشمنانِ دین کے ساتھ قتال کا حکم، [۲۱۹-۲۲۵] ۱۲۹: معاشرتی احکامات و فرائض، [۲۲۶-۲۴۲] ۱۳۰: ازدواجی تعلقات کے ضابطے، [۲۴۳-۲۵۴] ۱۳۲: قتال فی سبیل اللہ کے لیے فراہمی وسائل، [۲۵۵-۲۶۰] ۱۳۴: اللہ کی حاکمیت کا واشگاف اعلان [آیت الکرسی]، [۲۶۱-۲۷۳] ۱۳۵: انفاق میں ریاکاری، [۲۷۴-۲۸۳] ۱۹۰: ممانعت سود اور [۲۸۴-۲۸۶] معراج میں عطا کردہ آیات

'کاروانِ نبوت' کی زیرِ نظر جلد کے باب#۱۹۰ میں ممانعتِ سود کے آخری سے ماقبل دو رکوعات (۳۸ اور۳۹) زیرِ بحث آئے ہیں: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ.... ﴿آیہ ۲۷۴﴾...... وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ۳۹۶۔اِن آیاتِ مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ میں بنو مغیرہ کو بنو ثقیف کے لوگ سود پر قرض دیتے تھے،ایک معاملے میں تنازعہ کے فیصلے کے لیے مکہ کے نوجوان گورنر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سود کی ادائیگی کے معاملے کے تصفیہ میں رہ نمائی کے لیے ایک مراسلہ بھیجا۔ مکہ سے آنے والے استفسار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے ذریعے اپنے رسولؐ کی رہ نمائی فرمائی اور سود کو قطعاً ممنوع (حرام) قرار دے دیا۔

اِن آیات کے نزول سے قبل مدینے میں سُود کو اگرچہ ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا، مگر قانوناً اسے بند نہیں کیا گیا تھا۔ان آیات کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے دائرے میں سُودی کاروبار کو ایک فوجداری جُرم قرار دے دیا گیا۔

فقہائے کرام نے الفاظ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ سے یہ اصول اخذ کیا کہ جو شخص دارالاسلام میں سُود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے، تو اُسے جس طرح حالت جنگ میں دشمن کو قتل کیا جاتا ہے اسی طرح جو اللہ اور رسولؐ کے خلاف میدانِ جنگ میں آجائے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔دُوسرے فقہا کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔جب تک وہ سُود خوری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے۔

سود کی ممانعت کے ساتھ قرض، جس پر سود لیا اور دیا جاتا تھا، اُس کے بارے میں بھی ہدایات اِن آیات میں شامل ہیں۔ کہا گیا کہ تمھارا قرض دار تنگ دست ہو تو کشادگی نصیب ہونے تک اُسے مہلت دو، اور اگر صدقہ کردو، تو تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

فقہا (مسلمان اسلامی قانون کے ماہرین) نے قرض کے بارے میں اِن آیات سے یہ اُصول اخذ کیا کہ اگر کوئی قرض دار قرض ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مستقبل قریب میں اُس کے اِس قابل ہونے کا کوئی امکان نہ ہو تو عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اُسے مناسب مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصّہ معاف بھی کرا سکتی ہے اور یہ کہ قرض کی بازیابی کے لیے ایک شخص کے رہنے کا مکان (اگر وہ انھی لوگوں سے لیے گئے قرض سے نہ خریدا گیا ہو)، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ اوزار و آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔

فقہائے کرام نے اِن ہدایات سے یہ بھی اخذ کیا کہ جب آدمی سود سے توبہ کرے تو سابقہ سود جو اُس نے کھایا ہے، اُس سے واپس کرنے کا قانوناً یا اخلاقاً مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم خود اُس کے لیے یہ ضروری ہے کہ سود سے آئی دولت کو وہ اب اپنی ذات پر خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔ اگر ممکن ہو تو جن سے لیا تھا اُن کو واپس کردے۔ اللہ نے معاف کرنے کی ضمانت نہیں دی بلکہ کہا کہ معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

قرض کے معاملات کو تنازعات سے دور رکھنے کے لیے ہدایت کی گئی کہ جب اہلِ ایمان کسی مقرّرہ مدت کے لیے مالی لین دین کا معاملہ کریں تو اُسے لکھ لیا کریں تاکہ سند رہے، بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اس دستاویز کی تیاری اور گواہان کے بارے میں بھی ہدایات دی گئیں۔

رسید یا دستاویز تیار کرنے کے بارے میں جو فرمایا گیا اُس کا حاصل یہ ہے کہ قرض اور متعیّن میعاد کے ساتھ کاروباری معاملات خواہ چھوٹی رقم کے ہوں یا بڑی رقم کے، اُسے لکھنے میں کاہلی نہ برتی جائے اس طرح شکوک و شبہات میں پڑنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ سبزی، گوشت، کپڑے اور تمام روزمرہ کی چیزیں اور دست بدست (فوری ادائیگی اور خریدی چیز پر قبضے کے ساتھ) جو بھی معاملہ ہو اس کے نہ لکھنے پر کوئی گناہ نہیں، اگرچہ لکھنا بہتر ہے

قرآن مجید کی اُن دس آیات کا ایک مختصر تعارف مکمل ہوا جو سنہ ۹ ہجری میں نازل ہوئیں اور اللہ کے حکم سے نبی

اکرم ﷺ نے اُنھیں سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ میں درج کرایا۔اِن کا تفصیلی مطالعہ باب#۱۹۰ میں پیش کیا گیا ہے۔

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ ۶ ہجری میں شام کی سرحد پر آباد رومی سلطنت کے باج گزار عیسائی قبائل کی جانب اسلام کی دعوت کا پیغام لے کر سولہ صحابہؓ کرام کا ایک وفد بھیجا تھا، جس کے ۱۵ افراد کو اُن لوگوں نے شہید کر دیا۔اُسی زمانہ میں رومی سلطنت کے تابع بُصریٰ کے حاکم شَرَحْبِیل نے بھی نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عُمیرؓ کو شہید کر دیا تھا۔

چناں چہ جمادی الاوّل ۸ ہجری میں بُصریٰ کی حکومت پر حملے کے لیے تین ہزار کی فوج زید بن حارثہؓ کی قیادت میں روانہ کی۔ جہاں بالکل خلافِ توقع مسلمانوں کو ایک لاکھ رومی فوجیوں کا مقابلہ کرنا پڑ گیا۔ مسلمان فوج جنگ جیت تو نہیں سکی لیکن اُنھیں ڈرا دھمکا کے بحفاظت واپس آگئی۔اِس جرأت کے نتیجے میں رومی حکومت کے عربی مقبوضات پر قیصر روم کا رعب کم ہونا شروع ہو گیا اور مختلف قبائل اور شہر مدینے کی طرف متوجہ ہونے لگے اور پھر فتح خیبر اور فتح مکہ نے قیصر روم کی نیندیں اُڑا دیں اُس نے فیصلہ کیا کہ اِس سے قبل کہ مدینہ، روم کو روندنے آجائے، مدینے میں اس نئی اُبھرتی طاقت پر ایک زبردست حملہ کر کے اُسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ روم کو اندازہ تھا کہ موتہ میں اُس کی ایک لاکھ کی فوج، تین ہزار مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھی لہٰذا اُس سے بھی کئی گنا فوج مدینے پر حملے کے لیے درکار ہو گی۔اُس نے ایک بڑی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

مدینہ میں روم کی اِن جنگی تیاریوں کی خبریں مستقل پہنچ رہی تھیں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر روم پر حملہ کریں گے۔ آپؐ نے زیر نگیں تمام قبائلِ عرب اور مکہ والوں کو بھی پیغام دیا کہ جنگ کے لیے نکل پڑیں۔ صحابہ فوراً تیاری میں لگ گئے حالاں کہ سفر طویل تھا، شدید گرمی تھی اور فصلیں تیار تھیں جنھیں چھوڑ کر جانا اُن کو برباد کرنا تھا، لیکن ایمان واخلاص ہر رکاوٹ پر غالب آگیا، چند ہفتوں کی تیاریوں سے مدینے کے نواح میں ابو بکر صدیقؓ کی نگرانی میں تیس ہزار قدسیوں کی فوج کا ایک شہر آباد ہو گیا۔

منافقین ایک کے بعد ایک مجہول سے عذرات لے کر آپؐ کے پاس جہاد پر جانے سے رخصت حاصل کرنے کے لیے آنے لگے۔ آپؐ نے اپنی نرم خوئی کی بنا پر یہ جانتے ہوئے بھی کہ کم بخت منافق ہیں اگر ساتھ چلے تو ہر روز نئے گل کھلائیں گے اِن کو رخصت دی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی کہ اِن منافقوں کے ساتھ اب کسی قسم کی

کم زوری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ منافقین کی ساری امیدیں اب رومیوں سے وابستہ ہو گئی تھیں وہ مسلمانوں کو جہاد پر جانے سے روکنے کی مہم چلا رہے تھے۔ ایسی کوششوں کے لیے منافقین جس گھر میں جمع ہوتے تھے، آپؐ نے اُس کے گھر کو آگ لگوادی۔ یکے از سرداران منافقین، ابو عامر فاسق رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے اور حملے کے لیے اُنھیں 'مفید' مشورے دینے کے لیے شام چلا گیا تھا اور عبداللہ بن ابی کے مریدوں نے مدینے میں مسجد کے نام سے سازش کا ایک مرکز قایم کیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر آگ لگوائی۔

یہ شعبان ۹ ہجری کا زمانہ ہے، سلطنت روم پر حملے کی تیاریاں جاری ہیں اسی دوران اللہ، رب العالمین کی جانب سے روح الامین سُوۡرَةُ التَّوۡبَة کے نزول کا آغاز فرماتے ہیں۔

یہ سورہ 'البراءۃ' کے نام سے بھی مشہور ہے۔ 'التوبہ' اس لیے کہ اس میں ایک جگہ بعض اہلِ ایمان کے قصوروں کی معافی کا ذکر ہے۔اور 'البراءۃ' اِس لحاظ سے کہ اس کے آغاز میں مشرکین سے اعلانِ برأت ہے اور چار ماہ کے اندر اندر حجاز سے نکل جانے کا حکم ہے۔

اس سورہ کا آغاز بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے نہیں ہوتا چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی۔ اس سورہ کے تین حصے ہیں جو کم و بیش دو، دو مہینوں کے دو وقفوں سے نازل ہوئے۔ سب سے پہلے دوسرا حصہ آیات ۳۸تا۷۲ نازل ہوا، پھر تیسرا حصہ آیات ۷۳تا۱۲۹ اور سب سے آخر میں پہلا حصہ آیات ۱تا۳۷ پر مشتمل نازل ہوا۔

جنگ کی تیاری کے موقع پر منافقین اور مخلصین کے رَوّیوں کو بیان کرتا ہوا قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوا وہ اس سورہ مبارکہ کی آیات ۳۸تا۷۲ میں جگہ پایا۔ اِن آیات میں صحابہ کرامؓ کو جہاد پر اکسایا گیا ہے اور اُن لوگوں کو سختی کے ساتھ ملامت کی گئی ہے جو نفاق یا ضعف ایمان یا سُستی و کاہلی کی وجہ سے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کو قرباں کرنے اور اپنے مال کو خرچ کرنے سے جی چرا رہے تھے۔

جنگ تبوک کے سفر اور دورانِ واپسی اور پھر مدینے پہنچ جانے پر مختلف اوقات میں آیات اُترتی رہیں جنھیں بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اشارۂ الٰہی سے ایک خطبے کی لڑی میں پرو دیا اس میں منافقین کی شرارتوں پر تنبیہ اور جہاد پر نہ جانے والے منافقین پر زجر و توبیخ، اور کاہلی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے مخلص مومنین پر ملامت کے ساتھ معافی کا اعلان ہے جو اپنے ایمان میں تو سچے تھے مگر وقت پر تبوک کے لیے نہ نکل پائے

تھے۔ یہ آیات ۴۷تا۱۲۹ اقرار پائیں۔

پہلی ۳۷ آیات سب سے آخر میں تبوک سے واپسی کے دو ماہ بعد ذوالحجہ ۹ ہجری کی بالکل پہلی تاریخوں میں نازل ہوئیں، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کا قافلہ جا چکا تھا، علی رضی اللہ عنہ کو اُن کے پیچھے بھیجا گیا کہ یہ آیات تمام حاجیوں کے سامنے سُنا دی جائیں۔ یہ آیات زمانیِ ترتیب کے لحاظ سے سب سے آخر میں اُتریں، لیکن اپنی اہمیت کی وجہ اشارہ الٰہی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصحف کی ترتیب میں اِن کو سورت کے بالکل آغاز میں رکھا۔

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

یہ سورہ مبارکہ تین اجزا میں تین مواقع پر نازل ہوئی۔ پہلا جز اس کی اوّلین ۳۲ آیات پر مشتمل ہے جو غزوہ بدر کے بعد اُس پر تبصرے کی شکل میں شوال ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ دوسرا جز ۴۷ آیات [۶۴تا۱۲۰] پر مشتمل ہے جو اگلے مہینے یعنی ذوالقعدہ ۲ ہجری کو اہلِ کتاب کو دعوتِ ایمان دیتے ہوئے نازل ہوا۔ اِن دونوں حصوں کا درمیانی حصہ یعنی آیات مبارکہ ۳۳- ۶۳ کم و بیش ۸ برس بعد وفدِ نجران کی آمد کے موقع پر نازل ہوا جس میں آیت مباہلہ بھی شامل ہے۔

غزوہ خندق کے بعد، بنو قریظہ کا استیصال، فتح خیبر، عمرۂ قضا، موتہ کی جنگ میں تین ہزار مسلمانوں کا ایک لاکھ کی رومی فوج سے ٹکرانا، فتح مکہ اور پھر تیس ہزار مسلمانوں کا روم کے اوپر حملے کے لیے تبوک میں اُن کے دروازے تک پہنچ جانا اور رومیوں کی افواج کا مقابلے سے فرار اختیار کر لینا، یہ تمام ایک کے بعد ایک ایسی حیران کن کامیابیاں تھیں جن سے پورے عرب کو یقین ہو گیا کہ سرزمینِ عرب کا مستقبل اب محمدؐ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ اور اُسی کو زندہ رہنے کا حق ملے گا جو ریاستِ مدینہ کی بالادستی کو قبول کرے گا۔

فتح مکہ کے بعد سن ۹ ہجری میں عرب کے مختلف صحرائی علاقوں اور نخلستانوں سے ریاستِ مدینہ کی جانب سر تسلیم خم کر کے بالادستی قبول کرنے کا اعلان کرنے کے لیے جوق در جوق وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے شروع ہو گئے۔ اِسی سلسلے میں **نجران** کے تین سردار ۶۰ آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینے پہنچے۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں اصحاب الاخدود کو اللہ پر ایمان لانے کے جرم میں خندقوں میں زندہ جلایا گیا تھا (دیکھیے سُوْرَۃُ الْبُرُوْج، قرآن مجید، سورہ ۸۵؛ کاروانِ نبوت جلد ۳، صفحہ ۱۳۱)۔

وفدِ نجران کو فیصلہ یہ کرنا تھا کہ وہ اسلام قبول کریں یا ذِمی بن کر رہیں۔ اس وفد کی آمد کے موقع پر اللہ

تعالیٰ نے نبی ﷺ پر قرآنی آیات نازل فرمائیں تاکہ اِن کے ذریعے وفدِ نجران کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔اور جب وہ قبول اسلام کے لیے تیار نہیں ہوئے تو دعوت مباہلہ کی آیت اُتری، نازل ہونے والی یہ آیات مل کر سورہ آلِ عمران کی آیات ۳۳تا۶۳ تشکیل دیتی ہیں۔ (دیکھیے کاروانِ نبوت، جلد ۱۳، باب #۱۹۵)

بنیادی طور پر قرآن کا یہ پورا خطبہ عیسائیوں کے عقیدہ اُلوہیّتِ مسیح کی تردید واصلاح کے لیے ہے۔اور اُن باطل دلائل کا تعاقب کرتا ہے جو مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، مشکل کشا اور دعاؤں کا سننے والا بنانے کے لیے گھڑے گئے۔ عیسائیوں میں اہلِ بدعت نے اس مشرکانہ عقیدہ کو گھڑنے اور پھیلانے کے لیے تین واقعات، مواقع یا روایات سے استدلال کی دیوار تعمیر کی:

- مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت۔
- اُن کے صریح محسُوس ہونے والے معجزات۔
- اُن کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا جس کا ذکر صاف الفاظ میں ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

- قرآن نے مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ غیر معمولی طریقِ پیدائش ہر گز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مسیحؑ، اللہ تھا یا اللہ کا بیٹا یا اُلوہیت میں کچھ حصّہ دار!

- اُن کے صریح محسُوس ہونے والے معجزات کا قرآن نے انکار نہیں کیا، مگر یہ واضح کیا کہ یہ سارے کام اُس کے بس کے نہیں تھے بلکہ سارے کام اللہ کے اذن (مرضی و قدرت اور اجازت) سے کیے گئے تھے، اس لیے ان معجزات میں بھی کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے تم کہہ سکو کہ مسیح علیہ السلام کا اُلوہیت میں کوئی حصّہ تھا۔

- اب رہ گئی بات اُن کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کی جس کا ذکر صاف الفاظ میں اُن کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔قرآن کہتا ہے کہ صلیب سے پہلے ہی مسیح علیہ السلام کو اللہ نے اُٹھا لیا تھا۔ لیکن اُن کا اُٹھایا جانا اُن کے اِلٰہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

ریاستِ مدینہ نے نجران کو اپنی حدود میں لینے اور اُس کی سرپرستی اور حفاظت کی ذمہ داری کو قبول کرلی جس کے عوض وفدِ نجران نے سالانہ جزیہ (ذمی ٹیکس) کی پابندی سے ادائیگی قبول کرلی، معاہدے کو تحریری شکل دی گئی۔ واپس نجران پہنچ کر اُن کے تین سرداروں میں سے دو ایمان لے آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

سُوۡرَۃُ الۡحُجُرٰت

مکہ کی وادی میں اللہ کے نبیؐ کو مبعوث ہوئے کم و بیش اکیس برس گزر چکے ہیں۔ اللہ کا آخری کلام نجماً نجماً [تھوڑا، تھوڑا، آہستہ آہستہ] اُتر کر اپنی تنزیل کے آخری مراحل میں داخل ہو رہا ہے۔ اللہ کے آخری نبیؐ نے قریب، قریب کامیابی سے وہ ٹیم تیار کر دی ہے جو اللہ کی جانب سے آپؐ کو تفویض کردہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اظہارِ دین کے مشن کو آپؐ کے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد آنے والے زمانے میں کامیابی سے آگے بڑھا سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ ٹیم اپنی تربیت کے آخری مراحل میں ہے، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے ساتھ یہ کام اپنے اختتام کو پہنچ جائے گا۔ سورہ بنی اسرائیل کے بعد اخلاقی تربیت کا موضوع متعدد مدنی سورتوں میں ضمنی طور پر زیرِ گفتگو آتا رہا، اب یہ سورہ مبارکہ تعمیرِ سیرت (اخلاقی تربیت) پر ایک آخری کامل موضوعاتی خطبہ ہے، جیسا کہ ماضی میں سُوْرَةُ الْمَعَارِج (سنہ۴نبوی)، سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن (سنہ۵نبوی)، سُوْرَةُ الْفُرْقَان (سنہ۹نبوی)، سُوْرَةُ الرَّعْد (سنہ۱۲نبوی) اور سُوْرَةُ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْل (سنہ۱۲نبوی) وغیرہم میں یہ موضوع اپنی شان اور جامعیت کے ساتھ آیا تھا۔

اس سورہ مبارکہ میں جن امور کا حکم دیا گیا ہے یا جن کو اذہان میں بٹھایا گیا ہے ہم اُن کو یہاں مختصراً پیش کر رہے ہیں تفصیل کے لیے باب ۱۹۴ کا مطالعہ فرمائیے۔

- ہر معاملے میں یہ دیکھو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی کیا رہنمائی ہے زندگی کے کسی بھی معاملے میں اللہ اور اُس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔
- اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور اُن کے ساتھ اونچی آواز سے بات نہیں کرو۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں لگانے والے اکثر نا سمجھ ہیں۔ آپؐ کے باہر آنے تک اُن لوگوں کے لیے انتظار کر لینا بہتر ہے۔
- کسی بھی عملی اقدام سے خصوصاً جنگ شروع کرنے یا کسی کو سزا دینے سے قبل خبروں کی تصدیق کی جائے۔
- اہلِ ایمان کے دو برسرِ پیکار گروہوں کے درمیان انصاف سے صلح صفائی کرا دو۔
- بطور نظریے اور فلسفے کے یہ جان لیا جائے کہ: انسانوں کے درمیان فضیلت کی اگر کوئی بنیاد ہو سکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے

- مسلمانوں کے لیے چھ کام ایسے ہیں جو قطعاً ممنوع و حرام ہیں:

❖ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا،

❖ ایک دوسرے پر طعن کرنا

❖ ایک دوسرے کے ایسے نام رکھنا جن سے بُرائی کا یا استھزا کا پہلو نکلتا ہو،

❖ بدگمانیاں کرنا،

❖ دوسرے کے حالات کی کھوج اور کرید کرنا،

❖ لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی بُرائیاں کرنا، غیبت کرنا۔

سُوۡرَۃُ النَّصۡر

اس سورۃ کے بعد نبی ﷺ پر کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی، یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع ایامِ تشریق کے دوران ۱۲ ذوالحجہ کو بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس سال میری وفات ہونے والی ہے۔

بروایتِ امام بخاریؒ عمر بن الخطابؓ نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بڑے شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس شوریٰ میں عبداللہ ابن عباسؓ کو شریک کرنے کے مناسب ہونے کا استدلال اسی بات سے کیا کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے بتایا کہ سُوۡرَۃُ النَّصۡر میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر دی گئی ہے، جب کہ دوسرے بڑے بڑے لوگ اس بات سے ناواقف تھے۔ یہ واقفیت اُن کی قرآن فہمی کی دلیل بنی۔

اِس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا تھا کہ جب حرمِ کعبہ کی آزادی اور عرب میں اسلام کے غلبے کے مکمل ہونے کے بعد لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اظہارِ دین کے اُس سلسلے (chain process) کا آغاز ہو گیا جس کے لیے آپؐ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد آپؐ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو جائیں کہ اُس کے فضل سے آپؐ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، اور اُس سے دعا کریں کہ اِس خدمت کی انجام دہی میں جو بھول چوک یا کوتاہی بھی آپؐ سے ہوئی ہو اُسے وہ معاف فرمادے۔ فتح کیا ہے، حمد اور تسبیح کس طرح اور کس بات پر

استغفار اور توبہ ؟اِن تمام امور کو تفصیل سے زیرِ نظر جلد کے باب#۲۰۱ میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت و توفیق سے اس آخری جلد میں آنے والے قرآنی اجزا کا مختصر تعارف مکمل ہوا۔ بڑا مناسب ہے کہ اس موقع پر قارئین کے سامنے پوری مدنی زندگی میں زمانی ترتیب پر نزولِ قرآن کا ایک اجمالی خاکہ آجائے۔ یہ خاکہ ایک جدول کی شکل میں اگلے چار صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔ زمانہ نزول جو مہینوں کے تعین سے دیا گیا ہے یقینی اور حتمی نہیں ہے اِس میں ایک دو مہینوں کا آگے پیچھے (±) ہونا ممکن ہے۔ یہ اجزا 'کاروانِ نبوت' کی کس جلد اور کس باب میں ہیں اُن کا بھی حوالہ ہے۔ ہر جلد کے آغاز میں فہرست سے صفحہ نمبر تلاش کیا جاسکتا ہے۔

جدول-۱: مدنی دورِ نبوت میں قرآنی اجزا کی ترتیبِ نزولی بمع شمارِ تنزیل

تنزیل	نام سورہ	شمار آیات	زمانہ نزول	جلد	باب شمار
۹۷	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۱-۷	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۱
۹۸	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۸تا۲۹	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۲
۹۹	سُوْرَةُ الْمَاعُوْن	مکمل	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۲
۱۰۰	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۳۰ تا ۳۹	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۵
۱۰۱	سُوْرَةُ التَّغَابُن	مکمل	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۶
۱۰۲	سُوْرَةُ الْجُمُعَة	۹ تا ۱۱	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۷
۱۰۳	سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل	آیہ ۲۰	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۷
۱۰۴	سُوْرَةُ الْحَجّ	۱۱تا۷۸	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۸
۱۰۵	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۴۰تا۱۰۳	پہلی ہجری	۸	باب#۱۱۹
۱۰۶	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۱۰۴تا۱۲۳	اواخر پہلی ہجری	۸	باب#120
۱۰۷	سُوْرَةُ الْبَقَرَة	۱۲۴تا۱۴۱	اواخر پہلی ہجری	۸	باب#۱۲۱

تنزیل	نام سورہ	شمار آیات	زمانہ نزول	جلد	باب شمار
۱۰۸	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۱۹۰-۲۱۸	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۴
۱۰۹	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۱۴۲-۱۵۲	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۵
۱۱۰	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۱۵۳-۱۶۳	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۶
۱۱۱	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۱۶۴-۱۷۶	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۷
۱۱۲	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۱۷۷-۱۸۹	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۸
۱۱۳	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۲۱۹-۲۲۵	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۲۹
۱۱۴	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۲۲۶-۲۴۲	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۳۰
۱۱۵	سُوۡرَۃُ الطّلَاق	مکمل	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۳۱
۱۱۶	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۲۴۳-۲۵۴	اواخر پہلی ہجری	۹	باب#۱۳۲
۱۱۷	سُوۡرَۃُ مُحَمَّد	مکمل	اوائل ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۳
۱۱۸	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۲۵۵-۲۶۰	اوائل ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۴
۱۱۹	سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ	۲۶۱-۲۷۳	اوائل ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۵
۱۲۰	سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَالِ	مکمل	رمضان ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۷
۱۲۱	سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن	۱ — ۳۲	شوال ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۸
۱۲۲	سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن	۶۴-۱۲۰	ذوالقعدہ ۲ ہجری	۹	باب#۱۳۹
۱۲۳	سُوۡرَۃُ الصَّف	مکمل	اواخر ۲ ہجری	۱۰	۱۴۳واں باب
۱۲۴	سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن	۱۲۱تا۲۰۰	شوال ۳ ہجری	۱۰	۱۴۶واں باب
۱۲۵	سُوۡرَۃُ النِّسَآء	۱تا۲۸	ذوالقعدہ ۳ ہجری	۱۰	۱۴۷واں باب

تنزیل	نام سورہ	شمار آیات	زمانہ نزول	جلد	باب شمار
۱۲۶	سُوْرَةُ النِّسَآء	۴۴تا۵۹	صفر ۴ ہجری	۱۰	۱۴۹واں باب
۱۲۷	سُوْرَةُ الْحَشْر	مکمل	ربیع الاوّل ۴ ہجری	۱۰	۱۵۱واں باب
۱۲۸	سُوْرَةُ النِّسَآء	۶۰تا۱۲۶	محرم ۵ ہجری	۱۰	۱۵۳واں باب
۱۲۹	سُوْرَةُ النِّسَآء	۲۹تا۴۳	صفر ۵ ہجری	۱۰	۱۵۴واں باب
۱۳۰	سُوْرَةُ النِّسَآء	۱۲۷تا۱۷۶	ربیع الثانی ۵ ہجری	۱۰	۱۵۵واں باب
۱۳۱	سُوْرَةُ الْحَدِیْد	مکمل	جمادی الاوّل ۵ ہجری	۱۱	۵۶واں باب
۱۳۲	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	۱تا۸	رمضان ۵ ہجری	۱۱	۱۵۸واں باب
۱۳۳	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	۹تا۲۰	شوال ۵ ہجری	۱۱	۱۶۰واں باب
۱۳۴	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	۳۶تا۴۸	ذوالقعدہ ۵ ہجری	۱۱	۱۶۱واں باب
۱۳۵	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	۲۱تا۲۷	ذوالقعدہ ۵ ہجری	۱۱	۱۱۶۲واں باب
۱۳۶	سُوْرَةُ الْاَحْزَاب	۲۸تا اختتام	اواخر ۵ ہجری	۱۱	۱۶۳واں باب
۱۳۷	سُوْرَةُ الْمُجَادِلَة	مکمل	محرم ۶ ہجری	۱۱	۱۶۴واں باب
۱۳۸	سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن	مکمل	شعبان ۶ ہجری	۱۱	۱۶۷واں باب
۱۳۹	سُوْرَةُ النُّوْر	مکمل	اواخر رمضان ۶ ہجری	۱۱	۱۶۹واں باب
۱۴۰	سُوْرَةُ الْفَتْح	مکمل	ذوالقعدہ ۶ ہجری	۱۲	۱۷۳واں باب
۱۴۱	سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة	۱۰تا۱۲	ذوالحجہ ۶ ہجری	۱۲	۱۷۴واں باب
۱۴۲	سُوْرَةُ الْمَآئِدَة	۱۲-۴۰	اواخر ۳ ہجری	۱۲	۱۷۵/۱واں باب
۱۴۳	سُوْرَةُ الْمَآئِدَة	۴۱ — ۸۶	اوائل ۴ ہجری	۱۲	۱۷۵/۲واں باب

تنزیل	نام سورہ	شمار آیات	زمانہ نزول	جلد	باب شمار
۱۴۴	سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ	۱-۱۱	اواخر ۶ ہجری اور اوائل ۷ ہجری	۱۲	۱۷۵/۳ واں باب
۱۴۵	سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ	۸۷—۱۲۰	شعبان ۸ ہجری	۱۲	۱۷۵/۴ واں باب
۱۴۶	سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃ	۱ تا ۸	محرم ۷ ہجری	۱۲	۱۷۷ واں باب
۱۴۷	سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم	مکمل	اواخر ۷ ہجری میں قرینِ قیاس ہے۔	۱۲	۱۸۳ واں باب
۱۴۸	سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃ	۱-۹ اور ۱۳	اوائل رمضان ۸ ہجری	۱۲	۱۸۴ واں باب
۱۴۹	سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ	۲۷۴-۲۸۳	۹ ہجری	۱۳	۱۹۰ واں باب
۱۵۰	سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ	۳۸ تا ۷۳	ذی قعد ۸ ہجری	۱۳	۱۹۲ واں باب
۱۵۱	سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ	۷۴ تا ۱۲۹	اوائل رمضان ۹ ہجری	۱۳	۱۹۴ واں باب
۱۵۲	سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن	۳۳- ۶۳	وسط ۹ ہجری	۱۳	۱۹۵ واں باب
۱۵۳	سُوْرَۃُ الحجرات	مکمل	۹ اور ۱۰ ہجری کے دوران	۱۳	۱۹۶ واں باب
۱۵۴	سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ	۱ تا ۳۷	اواخر ذوالقعدہ ۹ ہجری	۱۳	۱۹۸ واں باب
۱۵۵	سُوْرَۃُ النَّصْر	مکمل	۱۲ ذوالحجہ ۱۰ ہجری	۱۳	۲۰۱ واں باب

جدول میں زمانہ ہائے نزول کا تعین روایات اور واقعات سیرت النبی ﷺ سے ہم آہنگی کو پیشِ نظر رکھ کر ممکنہ احتیاط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اِن کے حتمی ہونے کا دعویٰ ہر گز نہیں کیا جا سکتا، اِن بیان کیے ہوئے اوقات میں تقدیم وتاخیر کا بہت امکان ہے۔ کلام مجید کی توقیفی ترتیب ہی اُس کی اصل ترتیب ہے جو آیات کے نزول کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے متعین کر دی، اب انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے کہ اُن کی یقینی نزولی ترتیب بیان کر سکیں۔ سُوْرَۃُ النَّصْر وہ واحد سورہ ہے جس کی تاریخِ نزول کو روایات سے اور اُس میں بیان مضمون کو حیاتِ طیبہ سے از حد مطابقت رکھتے ہوئے سنہ ۱۰ ہجری کے ایامِ تشریق میں یقینی جانا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆